تحریک سوشلزم پر ایک تنقیدی نظر

از سید مغنی الدین صاحب شمسی ایم اے

(۳)

سوشلزم کا الزام موجودہ نظام کے خلاف سنگین ہے اگر کسی عمرانی یا معاشرتی نظام کے خلاف (خواہ کسی نقطۂ نظر سے سہی) ایسے الزام لگائے جا سکتے ہیں تو ایسے نظام کو بڑے سے بڑا رجائیت پسند شخص بھی مکمل نہیں کہہ سکتا۔ سوشلسٹ جماعت جس کی توجہ تمام تر انڈسٹریل نظام کی کمزوریوں کی جانب مرکوز ہے۔ دراصل ایک معاشرتی خدمت انجام دے رہی ہے۔ اگرچہ بلا تفریق و امتیاز اس کا بے اصول طنز اور اس کی بے محل ملامت اس کی خدمت کی قدر گھٹا دیتے ہیں۔ اگرچہ سوسائٹی کے موجودہ نظام کی خرابیوں اور نقائص کا کھلا اعتراف ہماری ترقی و اصلاح کی پہلی شرط ہے۔ پھر بھی یہ الزامات ایک غیر جانبدار شخصیت کو مطمئن نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں بلا شبہ مبالغہ و تعصب کی جھلک موجود ہے ایک سچ کے اظہار کا اثر دوسرے سچ کے چھپانے سے زائل ہو جاتا ہے۔ سوشلسٹ گروہ نے موجودہ حالات کا بدترین اور مبالغہ آمیز خاکہ کھینچنے کے علاوہ موجودہ نظام معاشرت کے ان حالات اور عمیق نکات کی طرف سے دیدہ و دانستہ غفلت برتنے کی کوشش کی ہے جو ترقی و اصلاح کے عین مطابق ہیں۔ وہ محض انفرادیت کے تصور کو ضرورت سے زیادہ ابھارتا ہے۔ اور ان عمرانی قوتوں سے غفلت برتتا ہے جو موجودہ نظام میں پائی جاتی ہیں، اور جن کے سبب افراد اپنی امنگوں اور اولو العزمیوں کی تکمیل کی طرف قدم بڑھانے میں آزاد ہیں۔ تمام دنیا کی مصیبتوں اور مشکلات کا

الزام معاشرتی اداروں کے نقائص کے سرتھوپ دیا گیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے ان انسانوں کی مجبوریوں اور معذوریوں کا خیال نہیں کیا جو بحیثیت انسان کے چلانے میں منہمک ہیں۔ اوزاروں اور آلات کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ کاریگر کے استعمال کا تصور ہے جو اس میں فطری طور پر موجود ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ سوشلسٹ جماعت نے موجودہ سوسائٹی کا بہت ہی بھیانک نقشہ کھینچنے کی کوشش کی ہے اور محض یہی نہیں کہ اشتراکیت اپنے نصب العین اور آئندہ نظام کا مقابلہ موجودہ دستور مقابلہ کے نظام کے حقائق سے نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ان حقائق کو انکے ظاہری تناسب کی حد سے باہر دیکھتا ہے۔ اس کی عیب بیں نگاہ کے سامنے موجودہ سوسائٹی کا جائزہ لینے کے وقت صرف عیب دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ کامیابیاں جو اس نظام کے ناگزیر نتائج میں سے ہیں اس کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اس کی نظر صرف نقائص دیکھنے کی عادی ہے، اس کے کان صرف اتہام سننے کے لیے آمادہ ہیں۔ اور وہ ان اچھوتی آسائشوں کی جانب سے جو موجودہ نظام میں طلب و رسد کے انتظام کی بدولت دنیا کے ہر گوشہ میں ہر مکان کے دروازہ پر ہاتھ باندھے کھڑی رہتے ہیں قطع نظر کر لیتا ہے۔ ایسی مثالیں بڑی محنت و جانفشانی سے فراہم کی جاتی ہیں۔ جن سے موجودہ نظام تجارت میں دھوکا اور جعلسازی ثابت ہوتی ہو لیکن اس حقیقت پر غور نہیں کیا جاتا کہ اس فریب کی مثالی سطح کی تہ میں اکثریت کی ٹھوس دیانتداری ہے۔ اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ کوئی تجارتی نظام دھوکے اور فریب کی کمزور بنیادوں پر صدیوں تک قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ جہاں سے پیچیدہ انڈسٹریل نظام اور تجارتی لین دین کا انحصار پوری پوری دیانتداری، زبان کے پاس اور حسن سلوک پر ہے۔ چنانچہ قرض کا لین دین جس کا رواج بھی بنی نوع انسان میں نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا ہے، تجارت کے اخلاقیات کا نہایت اہم جزو ہے۔ غرض دھوکا اور فریب کی کامیابی بھی حقیقت میں عام احساس دیانت پر ہی منحصر ہے۔ دیانتداری کی توقع کے سبب ہی تو دھوکا دینا ممکن ہے۔

سوشلسٹ جماعت کے الزامات اس رسالہ کی کارگذاری کی طرح ہیں جو اپنے صفحات جرائم کے ارتکاب اور سنسنی خیز واقعات سے بھر دیتا ہے۔ حالانکہ اسے اصل زندگی کی حقیقی تصویر نہیں کہا جا سکتا۔ اگر زید تمام عمر سچائی اور دیانت سے کام لے اور اہل وعیال کی خدمت میں مصروف رہے تو اسے کس مپرسی کے عالم میں رہنے دیا جاتا ہے لیکن کسی جرم کے ارتکاب کے ساتھ ہی اس کی تصویر ٹائیٹل پیج (سرورق) پر چھاپ کر اُسے مشتہر کر دیا جاتا ہے۔

سوشلسٹ موجودہ نظام کی آزمودہ خوبیوں اور کارگذاریوں کو بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ایک ایسے انڈسٹریل نظام کے ماتحت جس میں ذاتی ملکیت اور انفرادی دستور مقابلہ کا رواج ہو۔ انسانی فطرت کی سب سے زیادہ قوی اور قائم رہنے والی قوت یعنی خود مطلبی اور ذاتی نفع جس میں کنبے یا خاندان کا مفاد بھی شامل ہے۔ سوسائٹی کی بڑی خدمت انجام دیتی ہے۔ زندگی کی کشمکش کے انعامات۔ روپیہ کامیابی شہرت، اقتدار وغیرہ کی صورت میں زیادہ تر ان لوگوں کے حصہ میں آتے ہیں۔ جو اپنے ساتھی انسانوں کی خدمت، یا اقتصادی ضرورتوں کو بہتر سے بہتر طریقے پر پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ نادر موقعوں کی تلاش میں رہتے ہیں، نئے نئے راستے پیدا کرتے ہیں، پیداوار دولت کے طریقوں میں ترقی کرتے ہیں، انڈسٹریل نظام کے نقائص کو دور کر کے بہتر سے بہتر مال زیادہ سے زیادہ مقدار میں کم قیمت پر دینے کی متواتر کوشش کرتے ہیں اور یہی ان کی کامیابی اور دولت کی قیمت ہے۔ چنانچہ Arthur Young نے ایک صدی سے زائد عرصہ ہوا لکھا تھا: "ذاتی ملکیت ایک ایسا مہیج یا محرک ہے جو ریت کے تودوں کو سونے میں تبدیل کر دیتا ہے" لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ شخصی مفاد ہی ایک ایسی طاقت ہے جس پر موجودہ سوسائٹی کا دارومدار ہے۔ بلکہ موجودہ سوسائٹی کے اس نظام میں خدمت خلق کے لیے بھی کافی وسعت موجود ہے، اور لوگوں کے دلوں میں روز بروز خدمت خلق کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ خواہ وہ خدمت روپیے پیسے سے ہو یا جسم سے۔ معاشرتی ضمیر آج کی طرح

پہلے کبھی بیدار نہ تھا۔ دولت کی ذمہ داری کا احساس بھی پہلے کی بہ نسبت کئی گنا ہے۔ انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کی تنظیم اس درجہ پہلے کبھی نہ تھی مگر خدمتِ خلق کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ ذاتی نفع سے جو عمل کی کنجی ہے بالکل قطع نظر کرلی جائے۔ دونوں کا ساتھ ساتھ ہونا ضروری ہے۔ کروڑوں انسانوں کی روز افزوں ضروریات کو پورا کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس انتظام میں ہمارا موجودہ نظام صدہا سال سے کامیاب ہوتا چلا آرہا ہے۔ لہٰذا ایسے آزمائے ہوئے نظام کو یک قلم منسوخ یا معطل کردینا قرینِ عقل وقیاس نہیں معلوم ہوتا۔ انفرادی حُبِ جاہ وہوس ہمیشہ انسانوں کی زندگی کے معیارِ مطالبات کو بلند کرتی رہیگی لیکن یہ انفرادی حرص نظامِ طلب ورسد کی رفتار تیز کرنے کے لیے ایک اہم اور ضروری جزو ہے۔

سنڈیکیٹ اور ٹرسٹ کا وجود اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ باوجود انفرادیت کے اتحاد ممکن ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی امداد سے منتشر عناصر اکٹھے ہوسکتے ہیں۔ انتہائی انفرادیت کا بدل لازمی اتحاد نہیں ہے۔ سوسائٹی میں بے شمار دلچسپیاں اس قسم کی ہوتی ہیں جن کی بنا پر مذہبی، سیاسی، سائنٹفک، خیراتی اور تجارتی قسم کی سیکڑوں انجمنیں لوگوں کو ایک مرکز پر جمع کردیتی ہیں اور نہ انفرادی تجارت کے باعث اقتصادی ضروریات کو پورا کرنے میں طلب ورسد کے درمیان توازن قائم رکھنے میں کوئی خاص مشکل پیش آتی ہے۔ گو ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر مرکزی نگرانی کے صحیح اتحاد ممکن نہیں۔ اور یہ کہ دستور مقابلہ کے دور میں لندن یا نیویارک میں خورد ونوش کی اشیا بہم پہنچانا ناممکن ہے۔ ایسی حالت میں یا تو کبھی مال بہت زیادہ سپلائی ہوجائیگا یا اشیائے ضروری کا قحط پڑجائیگا۔ لیکن باوجود اس احتمال کے یہ معجزہ روز ہماری آنکھوں کے سامنے پیدا ہوتا دکھلائی دے رہا ہے کہ ایک جگہ کی کمی دوسری جگہ کی فراوانی پوری کردیتی ہے پیدائشیں اور اموات، شادی اور طلاقیں، خودکشی اور قتل کے واقعات سال کے دوران

میں برابر ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا اندازہ پہلے سے لگانا مشکل ہے۔ کیونکہ ان کا وقوع نامعلوم یا غیر شعوری طریقوں پر ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح تجارت اور انڈسٹری کی حالت ہے کہ بغیر کسی مرکزی مجبوری کے غیر شعوری طریقہ پر طلب و رسد کا توازن قائم رہتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ صحیح اعداد و شمار کے مطابق نہیں ہوتا۔ تاہم ایسا کوئی معتد بہ فرق بھی نمایاں نہیں ہوتا۔ اگر ہم سوسائٹی کے تصور کو ایک جاندار جسم کے نظام کی مانند سمجھ لیں تو یہ چیز یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انسانی جسم کی سب سے اہم حرکات و سکنات بغیر کسی ارادے اور فکر و شعور کے عمل میں آتی رہتی ہیں۔ اگر ہر سانس اور دل کی ہر حرکت کو شعوری یا ارادی طور پر ادا کرنا پڑے تو جسمانی اور ذہنی اعمال و افعال کا وقوع امر محال بن جائے

منتشر خریداروں کی طلب اور مطلق العنان پیدا کرنے والوں کی رسد کے درمیان توازن کی کنجی قیمت کا اُتار چڑھاؤ ہے۔ اشیاء کی قیمت کا روپیہ کی صورت میں گھٹنا یا بڑھنا۔ پیدا کرنے والوں کے لیے مقیاس الہوا، کا کام کرتا ہے۔ اگر کسی ملک میں روئی کا مال تیار کرنے والے ضرورت سے کم ہیں تو روئی کے مال کی قیمت بڑھ جائیگی، اور مال کی تیاری کی لاگت اور فروخت کی قیمت کا فرق اوسط درجہ سے زائد نفع کے مواقع بہم پہنچائیگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سرمایہ کے بہاؤ کا رُخ اسی جانب ہو جائیگا۔ یہاں تک کہ توازن قائم ہو جائیگا، اور فرض کیجیے اگر سرمایہ جوتے بنانے والے کارخانوں میں ضرورت سے زائد لگا ہوا ہے تو مال کی قیمت گر جائیگی اور نفع کی کمی اس طرح توازن قائم کردیگی۔ پبلک کی قوت خریداری کو نہ تو کسی مطلق اصول انصاف کے مطابق تقسیم کیا جا سکتا ہے، اور نہ کسی عمرانی اصول صرف دولت کے ماتحت معقول طریقے پر اس کی بنائی ہوسکتی ہے۔ بلکہ جس تنظیم کے تحت وہ موجودہ نظام میں کام کر رہی ہے۔ وہاں وہ اقتصادیات مقابلہ کی قیمت کے اُتار چڑھاؤ کے ذریعہ نہایت حیرت انگیز طریقہ پر پیداوری کی قوتوں کی بہترین کارکردگی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ قیمت کے پست و بلند ہونے کے سادہ نظام کی خدمت اور عمدگی

کی طرف عمرانی اداروں کے سطحی نکتہ چینیوں نے کبھی توجہ نہیں کی۔ اور غالباً اس کی وجہ اس نظام کی حد درجہ سادگی ہے۔ جس نے اسے انکی نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔

ذاتی ملکیت کا رواج اور انفرادی دستور مقابلہ کسی خاص جماعت کو کچلنے کی غرض یا محض روایت کی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس تجربہ کا نتیجہ ہے جو تمام ترقی یافتہ اور مہذب اقوام نے معاشرتی مفاد اور معاشرتی ماحول کے مطابق اس میں لچک ہونے کی وجہ سے حاصل کیا ہے۔ ابتدائی یا قدیم اشتمالیت کے دور کے بعد ذاتی ملکیت کا رواج محض اسی لیے قائم ہوا۔ کیونکہ ملکیت کی یہ صورت صنعت و حرفت کی ترقی اور کارکردگی میں سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ آج سوشلزم کی توجہ اس قدیم دستور کی جانب ہے جو تجربے کے بعد بیکار ثابت ہونے کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ ذاتی ملکیت کے رواج میں کچھ نقائص موجود ہیں۔ لیکن کسی عمرانی ادارے یا دستور کی کارکردگی کا معیار اس کی تکمیل نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ ان نقائص کے مقابلہ میں اس کی خدمات کیا ہیں۔ سوسائٹی کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں ذاتی مفاد یا نفع ایک ایسی زبردست محرک طاقت ہے کہ پروفیسر Veblen جیسا مخالف شخص اپنی کتاب "Theory of Business Enterprise" (صفحہ ۶۵) میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے:۔

"اگرچہ یہ فطرت کا تقاضہ ہے اور اس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں کہ انڈسٹریل نظام موجودہ تجارتی طریقوں کے باعث ایسا خراب ہے کہ بہت سی کوششیں، مال اور ہاتھ پاؤں کی محنت ضائع ہونے کے علاوہ غلط راستہ میں استعمال ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ نصب العین یا مقاصد جو اس قسم کی اقتصادی زندگی پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں، ایسے زبردست ہوتے ہیں کہ ان نقائص کی تلافی ہو جاتی ہے۔ اور ان کے سبب لوگ متواتر محنت اور

سخت کام کی طرف راغب و مشغول رہتے ہیں۔ اور شاید صرف اسی وجہ سے موجودہ تجارتی نظام اپنے نقائص کی مکافات کرلیتا ہے"

گو سوشلسٹ تنقید کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ وہ موجودہ نظام کی ٹھوس خوبیوں سے قطع نظر کرکے ضرورت سے زائد اس کی کمزوریوں کے غلط نتائج پر زور دیتی ہے لیکن پھر بھی ان حقیقی کمزوریوں کا کیا جواب ہے جو موجودہ نظام میں موجود ہیں مثلاً بے ایمانی اور دھوکے کی فضا، لوگوں کا کم عمری میں بیکار ہو جانا۔ دولت کے حصول میں عمر کا بہترین حصہ ضائع ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ الزامات خواہ حقیقت سے کسی درجہ میں متجاوز ہوں بہرحال حقیقی ہیں۔ موجودہ معاشرتی زندگی اور حالات کا مشاہدہ کرنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی مفاد کا تناسب اور اتحاد جیسا کہ ہونا چاہیے نہیں پایا جاتا۔ اکثر افراد کے خطرناک اور غیر مہذب رجحانات موجودہ دستور مقابلہ میں اجتماعی مفاد کو زبردست نقصان پہنچاتے ہیں۔ سوشلسٹ اس کمزوری کے بیان کرنے میں غلطی پر نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف ان قوتوں کا ذکر نہیں کرتا جو ان رجحانات کی مدافعت اور خطرناک نتائج کی روک تھام میں معروف رہتی ہیں۔ بہت سے حالات میں ایک فریق یا گروہ کا ذاتی نفع یا مفاد دوسرے گروہ کے خطرناک یا خودغرضانہ رجحانات کے سدباب کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اور جہاں یہ روک تھام کافی نہ ہو وہاں حکومت کی طاقت بہتر توازن قائم رکھنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔

اگر ہمارا موجودہ نظام دستور مقابلہ کے خراب اور اچھے نتائج کی طرف سے یکساں طور پر بے اعتنائی برتے تو یقیناً سوشلسٹ کو مخالفت کا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے سوسائٹی کا موجودہ ڈھنگ اس قدر نامعقول نہیں ہے۔ اور اس کا انحصار محض انفرادیت ہی پر نہیں ہے۔ ابتدا سے اس میں انفرادی اور اجتماعی مفاد کے کنٹرول کی قوتیں متحدہ طور پر کام کرتی رہی ہیں سلسلہ

کے آپس کے تناسب میں کمی بیشی اور فرق ضرور رونما ہوتا رہا ہے۔ کبھی انفرادیت کا زور رہا تو کبھی اجتماعی قوت حاوی رہی۔ عہدِ جدید کی ریاست یا حکومت زیادہ سے زیادہ اپنے فرض کا احساس کر رہی ہے، اور مقابلہ کی اخلاقی سطح کو سنوارنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ مقابلہ کی کشمکش میں کمزوروں کی امکانی حفاظت اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کر رہی ہے۔

سوشلسٹ شکایت کرتے ہیں کہ انفرادی تجارت کے عہد میں بہت سی اہم اور مفید چیزیں بہم نہیں پہنچائی جاسکتیں، کیونکہ وہ نفع سے خالی ہوتی ہیں لیکن ایک اچھی اور حقیقی ریاست پر یہ الزام عائد کرنا غلط ہے۔ Adam Smith بھی ریاست کے کم از کم فرائض میں اس فرض کو داخل کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:۔

"ریاست کا فرض ہے کہ وہ مخصوص پبلک مفاد کی چیزیں مثلاً عمارتیں اور ادارے قائم کرے جن کا قیام افراد یا چند افراد کے ذریعہ ممکن نہیں۔ کیونکہ ان سے ان افراد کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ ان کا پبلک مفاد کہیں زیادہ ہوتا ہے"۔

اس اصول میں بڑی وسعت ہے۔ حکومت کے پروگرام میں اب یہ چیزیں شامل ہیں:۔ تجارت، پیداوار دولت، معاشرتی اصلاحات، کھیل کے میدان، پارک۔ عجائب خانے محکمۂ آثارِ قدیمہ حکومت کے زیرِ نگرانی ہیں۔ ریاست خاص طور پر سوسائٹی کے مستقل مفاد کی محافظ ہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ یہ فرض ہر ریاست جیسا کہ اُسے چاہیے ادا نہیں کرتی۔ لیکن اکثر پبلک کے احتجاج، دباؤ اور اتحاد کے ذریعہ حکومت ایسے کاموں میں جن میں افراد عدمِ نفع کی وجہ سے ہاتھ نہیں ڈالتے مداخلت یا امداد کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتی ہے۔

سوشلسٹ تجارتی مقابلہ کی شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس میں کمزور پیسے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ جلد از جلد تجارتی مقابلہ کو ختم کر کے انڈسٹری کا کل انتظام ایک عقلمند اور دور اندیش حکومت کے

ہاتھ میں دے دینا چاہتا ہے لیکن اس کا صحیح علاج تو یہ تھا کہ تجارتی مقابلہ کو قائم رکھتے ہوئے حکومت کمزوروں کی غور و پرداخت کرتی اور اُن کو ایسی تربیت دیتی کہ وہ زندگی کی کشمکش میں عقل و فہم سے کام لینے کے قابل ہوسکتے، اس کے بچے نیک ہونے اور صحت افزا فضا میں پرورش پاتے جہاں انہیں تہذیب اور معاشی پیشوں کی تعلیم دی جاتی۔ مفید تفریحات کی آسانیاں بہم پہنچائی جاتیں لیکن اس معاملہ میں مہذب ترین ممالک بھی پیچھے ہیں۔ انہی غریبوں اور کمزوروں کو بلند سطح پر لانے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ موجودہ سوسائٹی میں غلط ہمدردی اور مہربانی کی وجہ سے تباہ حال و برباد غریبوں کی حفاظت کا مسئلہ اور بھی زیادہ پیچیدہ ہوگیا ہے۔ ایک ملک سے دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت، اور دیہات سے شہر کی جانب آبادی کی زیادتی ایسی وجوہ ہیں جنہوں نے اس قسم کی تربیت اور انتظام میں اور بھی مشکلات کا اضافہ کر دیا ہے۔ بہرحال یہ ایسا کام ہے جو مقابلہ تجارت کی حامی سوسائٹی کو کرنا پڑیگا۔ اور فی الحقیقت اس خرابی کا مقابلہ کسی درجہ میں کیا بھی جا رہا ہے۔

اس کے بعد سوشلسٹ یہ کہتا ہے کہ تجارتی مقابلہ میں سارے خرچ کا بار خریدار کی جیب پر پڑتا ہے اور لسے مال کی زیادہ قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ وہ مال کم درجہ کی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اس قیمت کی زیادتی کا سبب عام طور پر پیدا کرنے والے اور خریدنے والے کے درمیان سوداگروں یا دکانداروں کے وجود کو بتایا جاتا ہے۔ اول تو اُن کو بیکار تصور کیا جاتا ہے۔ یا اگران کے وجود کو لازمی بھی تصور کر لیا جائے تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان کی تعداد ضرورت سے زیادہ ہے۔ جو خریدار کی جیب کے بل پر پلتے ہیں۔ اس بیچ کے دوکاندار پر عرصہ سے یہ اعتراض ہوتا چلا آرہا ہے۔

لیکن سوشلسٹ دراصل اس ابتدائی اصول کو بھی نہ سمجھ سکا کہ وقت اور مسافت کی بچت کا فائدہ بھی اتنا ہی حقیقی ہے، جیسا کہ ٹھوس اور مادّی اشیاء کا افادہ۔ وہ دکاندار جو کارخانے سے کپڑا خرید کر بازار میں خریداروں کے لیے رکھتا ہے۔ وہ ویسی ہی اہم اور ضروری خدمت انجام دیتا ہے

جیسی کہ روئی بونے والا اور اس کا بُننے والا انجام دیتا ہے۔ اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آزاد تجا
مقابلہ کی وجہ سے لامحالہ تجارت میں ضرورت سے زیادہ سوداگر دلچسپی لینا شروع کر دیتے ہیں۔ تو اس
جواب ہمارے معیار ضرورت اور ایک خاص پیشے کی تعداد مقرر کرنے پر منحصر ہے۔ بلاشبہ ہر شہر
یہ ممکن ہے کہ موجودہ تعداد کی بجائے دو کانوں کی آدھی تعداد سے کام نکال لیا جائے۔ بلکہ یہ بھی ممکن
کہ ہر لائن کا ایک مرکزی اسٹور ہو لیکن اس کا امکان ہزاروں خریداروں کے آرام اور وقت
قربانی کرنے پر ممکن ہے۔ اس حالت میں خریدار کو ذخیرے اور تقسیم کا کام خود انجام دینا ہوگا یعنی
کام جو منظم تقسیم محنت کے اصول کے مطابق آج کل سوداگر انجام دیتے ہیں۔ اور اس طرح جو فائدہ
کو حاصل ہوگا وہ ایسا ہی دلفریب ہوگا جیسے کوئی عدیم الفرصت شخص اپنے جوتے خود بنا کر کفا
شعاری سے کام لینا چاہے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ خریدار کو بے ایمان اور جعلساز دکانداروں اور کاریگر
کی شرارت کا شکار بننا پڑتا ہے۔ مقابلہ کی وجہ سے قیمت گھٹانے کے لیے بے ایمان شکر میں
ملا کر بیچنا شروع کر دیتے ہیں، جوتوں کے تلوں میں کاغذ بھر دیتے ہیں۔ جدید نظام پیداوار میں
اور لاپتہ بنانے والوں کی وجہ سے خریدار بے بس ہے۔ پہلے زمانہ میں کاریگر اور خریدنے والے
پاس پاس رہتے تھے، اس لیے شہرت قائم رکھنے کی خاطر مال کی نوعیت میں فرق نہیں آ
پاتا تھا۔

(باقی)